خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی میں شیخ زکریا کاندھلویؒ کے منہج کا تحقیقی جائزہ

Research review of methodology of sheikh Zakaria Kandahlawi in “khasayil Nabawi”.

ISSN 2708-6577

Muhammad Inamullah
Lecturer Islamic Studies, Abbottabad University of Science & Technology.
(inam.aust.edu.pk@gmail.com)

Dr. Nasir Uddin
Associate Professor Hazara University Mansehra.(naasiraust@gmail.com)

Abstract

Shaikh Zakaria Kandahlavi was a renowned scholar, muhadiths and sufi of sub-continent. His written work in Hadith have earned the authenticity even amongst the scholars of the Arab world. Muslims around the world benefited from his writing and works on preaching Islamic thoughts and Hadith studies. He has contributed to the science of the prophet’s Hadith through teaching and scientific writing of books on Hadith, its science and narrators. His work “Khasail-e-Nabawi is an Urdu translation and short Urdu commentary of sham ail – e- Tirmizi and Arabic footnotes along with the Urdu translation. This book covers all aspects of various topics related to seerat . It is a summary of almost all the previous commentaries edited by renowned scholars of Hadith. This article aims at introducing the contents and evaluation of work presented in this book.

Keyword: khasayil Nabawi, sheikh Zakaria, *sham ail – e- Tirmizi*, Kandahlawi

دین اسلام کی تعلیمات اور اس کا ابدی پیغام دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے انسانی افراد اور ہر معاشرے کے لیے یکساں طور پر قابل عمل ہے۔اس آفاقی اور عالمگیر مذہب کے پیغمبر سیدنا حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا ہر مرحلہ اور ہر پہلو امت مسلمہ کے لیے ایک اسوہ اور مکمل نمونہ ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُم فِيْ رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [1] آپ کی مکی زندگی ہو یا مدنی، گھریلو زندگی ہو یا سماجی، عبادات ہو یا معاملات، سیاسیات ہو یا اخلاقیات و مذہبیات، آپ کی حیات مبارکہ کا عملی نمونہ تمام انسانوں کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں قابلِ تقلید ہے۔برصغیر پاک وھند کے علماء نے جہاں دوسرے موضوعات پر لکھا ہے، وہاں کثیر تعداد میں آپ ﷺ کی سیرت اور شمائل و خصائل پر الگ سے کتب، مضامین اور رسالے تحریر کیے ہیں، ان علماء میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کا نام گرامی نمایاں ہے جو کہ بیک وقت محدث، مفسر، مورخ، اور سیرت نگار تھے، آپؒ نے جہاں بخاری کی عظیم شرح لامع الدراری، اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک، حاشیہ بذل المجھود علی سنن ابی داؤد اور الابواب والتراجم جیسے عظیم الشان کتابیں لکھ کر علماء عرب و عجم سے داد حاصل کی ہے وہاں سیرت نگاری میں بھی آپؒ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔اس ضمن میں آپؒ کی تحریر کردہ کتابوں کی دو قسمیں ہیں، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ، کتب مطبوعہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) خصائل نبوی اردو ترجمہ و شرح شمائل ترمذی
(2) سیرت سید الکونین خاتم النبیین و خلفائے راشدین
(3) جزء حجة الوداع وعمرات النبی ﷺ
(4) فضائل درود شریف

جبکہ کتب غیر مطبوعہ میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

(1)الوقائع والدهور (2)جزء المعراج (3)جزء امراء المدينة (4)جزء طرق المدينة (5)جزء وفاة النبی ﷺ

آپؒ کی یہ ساری کتب دروس محبت ہیں، جن میں محبوب ﷺ کی شان محبوبیت کو اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ قارئین کے قلب سے بے ساختہ محبت جھلکنے لگے۔ مقالہ نگار اس مقالے کے اندر مندرجہ بالا کتب میں سے آپ کی پہلی تصنیف خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی میں مولانا زکریاؒ کا منہج واسلوب کو واضح کرنے کی کوشش کرے گا۔ ان سطور میں پہلے شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے:

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کا مختصر تعارف: مولانا زکریاؒ کا شمار برصغیر پاک وہند کے عظیم محدثین ومصنفین میں ہوتا ہے، آپؒ کی ولادت 11رمضان المبارک 1315ھ، بمطابق 2فروری 1898 میں کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا میں ہوئی،[2]، قرآن پاک کی تعلیم والد محترم سے حاصل کی، حفظ کے بعد فارسی اور اردو کی اکثر کتابیں اپنے چچا جان مولانا الیاس کاندھلویؒ سے پڑھیں، کتب صرف ونحو اپنے والد محترم مولانا یحییٰ صاحبؒ سے پڑھیں، 1328ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور سے باقاعدہ عربی تعلیم کا آغاز کیا اور صرف نحو، ادب ومعانی کی کتابیں اپنے والد کی زیر نگرانی تکمیل کو پہنچائیں، 1333ھ میں دورہ حدیث کا آغاز کیا، ابن ماجہ کے علاوہ بقیہ کتب حدیث مولانا محمد یحییٰ صاحب سے پڑھیں ابن ماجہ مولانا ثابت علیؒ سے پڑھی، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اس سال تحریک ریشمی رومال میں نظر بند تھے، چنانچہ بخاری شریف وترمذی شریف دوبارہ ان سے ان کی واپسی پر پڑھیں[3] 1916 میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہو کر مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے[4]، شعبان 1338ھ میں اپنے استاد ومرشد مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ[5] کے ساتھ حرمین شریفین چلے گئے[6] اور "بذل المجهود شرح ابوداود" کی تالیف میں ان کی معاونت کی، محرم 1340ھ میں واپس ہندوستان تشریف لے آئے[7]، درس وتدریس کے انہماک کے ساتھ حدیث وعلوم حدیث آپؒ کا اصل موضوع اور محنت وتحقیق کا میدان تھا اور اس کو آپ تقرب الی اللہ والی الرسول ﷺ کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے، آپؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں 103 کتابیں تصنیف کیں جن میں اگر صرف "اوجزالمسالک الی موطاامام مالک" کو لیا جائے تو یہ آپ کو علوم حدیث کے عظیم محققین میں شامل کرنے کے لئے کافی ہے۔ 1388 تک تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہا لیکن 1388 میں آشوبِ چشم کی وجہ سے حدیث کی تدریس بند کر دی لیکن روحانی دروس میں شرکت کرنے والوں کا اضافہ ہوتا رہا اور جو وقت پہلے دارالحدیث کی چہاردیواری میں محبوس ہوجایا کرتا تھا وہ اب مخلوق خدا کی تربیت اور تصفیہ قلوب وتزکیہ نفوس میں خرچ ہونے لگا، زندگی کے آخری ایام میں مدینہ منور ہجرت فرمائی، آپ کا انتقال 2شعبان 1402ھ بمطابق 25مئی 1982 کو مدینہ منورہ میں ہوا اور جنت البقیع شریف میں امہات المؤمنین کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ کے اخلاق ومحاسن کا تذکرہ صحابہ کرام کی دلچسپی کا موضوع تھا، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، سیدہ عائشہ حضرت انس بن مالک ؓ، ام ہانی ؓ، حضرت ہند بن ابی ہالہ آپ ﷺ کے اخلاق ومحاسن کا تذکرہ زیادہ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے کتب حدیث میں شمائل کے موضوع پر الگ سے باب قائم کیے ہیں، چنانچہ اسلام کے ابتدائی دور سے آج تک اس موضوع پر کتب کی تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری ہے، ان تصنیفات میں برصغیر پاک وہند کے علماء کا پورا پورا حصہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کا شمار برصغیر کے ممتاز محدثین میں ہوتا ہے، آپؒ کی جلالت شان کا نہ صرف برصغیر کے بلکہ عرب کے علماء بھی معترف ہیں، آپؒ بیک وقت مفسر، محدث، مورخ، اور سیرت نگار تھے، آپؒ نے جہاں صحاح ستہ میں شامل تقریباً ہر کتاب کی شرح لکھ کر علماء عرب وعجم سے داد حاصل

کی ہے وہاں سیرت نگاری میں بھی آپؒ کسی سے پیچھے نہیں رہے، اس ضمن میں آپؒ کی کتابیں دو قسم کی ہیں:، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ، مقالہ ھذا میں آپ کی کتب مطبوعہ سے شمائل ترمذی شریف کی شرح خصائل نبوی کا تعارف و جائزہ پیش کیا جائیگا۔

خصائل نبوی اردو ترجمہ و شرح شمائل ترمذی: آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ایک اہم حصہ شمائل نبوی ہیں، کیونکہ سیرت میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے جملہ حالات عمومی طور پر بیان کیے جاتے ہیں، جبکہ شمائل میں آپ کے خدوخال، چال ڈھال، فضائل وعادات اور محاسن واخلاق وغیرہ آپ ﷺ کی ذاتی حیثیت سے زیر بحث لائے جاتے ہیں، جس کی بناء پر فنی حیثیت سے شمائل نبوی کو نہایت بلند مقام حاصل ہے، اس علم کا آغاز عہد نبوی سے ہوا ہے، صحابہ کرام حضور اقدس ﷺ کے ذاتی احوال کا علم حاصل کرتے اور پھر دوسروں تک منتقل فرماتے تھے، مثلاً حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:"لاشممت مسکا ولاعطراً کان اطیب من عرق رسول اللہ ﷺ"[8] حضرت علی فرماتے ہیں:"لم ار قبلہ ولابعدہ مثلہ"[9] حضرت براءبن عازب فرماتے ہیں:"مارأیت شیئاقط احسن منہ"[10]۔ ابتدا میں شمائل نبوی کتب حدیث وسیرت میں جزوی طور پر زیر بحث رہیں، بعد میں یہ ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر گیا اور محققین ومورخین نے باقاعدہ اس فن میں کتابیں تصنیف کیں، جن میں امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذیؒ کی مایہ ناز کتاب "الشمائل" جسے شمائل ترمذی بھی کہا جاتا ہے، نے ایک منفرد مقام حاصل کیا، جس کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:"قد صنف الناس فی ھذا قدیما وحدیثا، کتباکثیرۃ مفردۃ وغیر مفردۃ ،ومن احسن من جمع فی ذالک فاجاد وافاد الامام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورۃ الترمذی ،افرد فی ھذاالمعنیٰ کتابہ المشھور بالشمائل"[11] ترجمہ: شمائل پر لوگوں نے پہلے اور موجودہ زمانے میں کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں کچھ خاص اس موضوع پر ہیں جبکہ کچھ میں دوسرے موضوعات بھی ہیں، لیکن ان سب میں سے بہترین، عمدہ، اور مفید مجموعہ امام ترمذیؒ کا ہے جو اس موضوع پر مفرد کتاب ہے کو کہ "الشمائل" کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ علماء نے ہر دور میں اس کتاب کو خاص اھمیت دی ہے اور کثیر تعداد میں اس کی عربی، فارسی اردو شروحات لکھی گئی ہیں، ماضی قریب میں شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کی شرح "خصائل نبوی" کو برصغیر پاک وھند میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

زمانہ اور وجہ تالیف: یہ کتاب مولانا زکریاؒ کی پہلی تصنیف ہے جو آپؒ نے اپنے ایک بزرگ کی فرمائش پر تحریر فرمائی جبکہ آپ صرف 29 برس کے تھے، جیسا کہ آپؒ خود فرماتے ہیں:"بندہ ناچیز کو اواخر 1343ھ میں بذل المجھود فی حل ابی داؤد کیلئے متفرق طور پر چند روز شہر دہلی رہنے کا اتفاق ہوا، وہاں میرے ایک کرم فرما جناب محترم محمد عثمان صاحب زاد مجدھم نے شمائل ترمذی کے مختصر سے ترجمے کا حکم کیا، میں اپنی نااہلیت کا معترف ہر گز بھی اس کا اہل نہیں تھا اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت بھی نہیں آئی تھی، لیکن ممدوح نے اپنے حسن ظن کی بنا پر میری کسی معذرت کو بھی قبول نہیں کیا۔۔۔۔۔۔اس لئے مجھے اس کے بغیر چارہ کار نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں۔۔۔"[12] "مولانا زکریاؒ نے پہلے شمائل ترمذی کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ کیا ہے، شمائل ترمذی کی ترتیب کے مطابق باب قائم کیے ہیں اور ہر ایک باب کے ترجمۃ الباب کا ترجمہ بھی کیا ہے، اور پھر اردو اور عربی کے دو مفید حواشی تحریر کیے ہیں، اردو حاشیہ وترجمہ مفصل جبکہ عربی حواشی مختصر ہیں، ترجمہ چونکہ عوام کیلئے کیا ہے اس لیے مطلب خیز ترجمہ کیا ہے اور لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی، مثلاً: باب ماجاء فی شیب رسول اللہ ﷺ کے تحت ابوجحیفہ کی روایت یارسول اللہ نراک وقد شبت قال قد شیبنی ھود واخواتھا کا مطلب خیز ترجمہ آپؒ نے اس طرح کیا ہے "یارسول اللہ آپ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر بڑھاپے کا محسوس ہونے لگا

ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا"[13]، اردو ترجمہ میں اگرچہ لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی لیکن متن کے مشکل عربی الفاظ کے آسان مفاہیم عربی میں تحریر کیے ہیں، مثلا اسی حدیث کے اندر لفظ " واخواتھا" کے نیچے لکھا ہے "ای اشباھھا"[14]،

اردو تشریح میں آپ کا طرز: اردو شرح میں اکثر مضامین قدماء کے کلام سے لئے گئے ہیں، اکثر خود رائی سے احتراز کیا ہے لیکن کہیں کہیں اپنی رائے بھی ذکر کر دیتے ہیں، مثلاًباب ماجاء فی شیب رسول الله ﷺ میں آئے ہوئے عربی لفظ "کتم" کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں: "کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے، اور مہندی کیساتھ ملا کر مائل بسیاہی ہو جاتا ہے، ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ، اس کے بعد اپنی رائے ذکر کر کے فرماتے ہیں: الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے"[15]۔ بعض مقامات پر ترجمہ کے بعد فوائد کے ضمن میں قیمتی نکات ذکر کرتے ہیں، مثلاً:

1۔ حضرت عائشہ فرماتے ہیں" کنت ارجل راس رسول الله ﷺ واناحائض" میں حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی، آپؒ فوائد میں لکھتے ہیں" اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے کہ حائضہ کو حالت حیض میں مرد کی خدمت کرنا جائز ہے حیض سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی، صحبت وغیرہ البتہ ناجائز ہے"[16]۔

2۔ اسی طرح حضرت عائشہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں، جوتہ پہننے میں غرض ہر امر میں دائیں کو مقدم رکھتے تھے، آپؒ فائدے میں فرماتے ہیں ان تینوں چیزوں کی جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں کچھ قید نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ ہر چیز کو دائیں سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے، اور اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے جیسے کپڑا، جوتا اور نکالنے میں بایاں مقدم، اور جس چیز کا وجود زینت نہیں اس کے کرنے میں دایاں مقدم کرنا چاہیے جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہیے اور نکلتے وقت دایاں۔۔۔۔"[17]

3۔ حضور اقدس ﷺ کی انگوٹھی کے بیان میں حضرت انس کی روایت ہے کہ: "کان رسول الله ﷺ اذا دخل الخلاء نزع خاتمه". "حضور ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لیجاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لیجاتے تھے، اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپؒ اردو حاشیے میں فرماتے ہیں: "چونکہ اس میں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اسلئے حضور ﷺ وہ پہنے ہوئے استنجے کے لئے نہ جاتے تھے، اسی بناء پر علماء نے اس انگوٹھی کو پہنے ہوئے پاخانہ جانے کو مکروہ لکھا ہے جس میں کوئی متبرک نام یا عبارت ہو"[18]

احادیث کی تشریح میں تاریخی مباحث کا ذکر: بعض اوقات احادیث کی تشریح میں تاریخی مباحث بھی ذکر کرتے ہیں، مثلاً:

1۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپؐ کے بال چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے، اس کی تشریح میں آپؒ فرماتے ہیں: مشہور قول کے موافق ہجرت کے بعد آپ ﷺ کی مکہ مکرمہ تشریف آوری چار مرتبہ ہوئی، اول عمرۃ القضاء میں جو سنہ سات ہجری میں تھا، پھر فتح مکہ میں سنہ آٹھ ہجری، پھر اسی سفر میں عمرۃ الجعرانۃ کیلئے، پھر سنہ دس ہجری میں حج کیلئے، یہ تشریف آوری جس کا اس حدیث شریف میں ذکر ہے بیجوری کے قول کے موافق فتح مکہ کے وقت ہوئی اور یہی مظاہر حق میں لکھا ہے"[19]،

2۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر کی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی آپ کے دست مبارک میں رہی، پھر حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ میں رہی، ان کے بعد حضرت عمر فاروق کے پاس رہی، کے پھر حضرت عثمان کے پاس، پھر ان ہی کے زمانے میں بیر اریس میں گر گئی تھی ،اس انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا، آپؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:"بیر اریس مسجد قباء کے قریب ایک کنواں ہے، یہ انگوٹھی حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں 6 برس تک ان کے پاس رہی، اس کے بعد اتفاق سے اس کنویں میں گر گئی، حضرت عثمان نے پر چند اس کنویں میں تلاش فرمایا، تین دن تک اس کا پانی نکلوایا مگر ملی نہیں، علماء نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کے گرتے ہی وہ فتن و حوادث شروع ہو گئے تھے جو حضرت عثمان کے اخیر زمانہ میں بکثرت ظہور پذیر ہوئے ہیں"[20]

متعارض احادیث میں تطبیق: اسی طرح اگر کہیں پر احادیث کا آپس میں بظاہر تعارض ہو تو آپؒ اس تعارض کو رفع کر دیتے ہیں، مثلاً: براء بن عازب کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے، جو دوسری روایات سے متعارض ہے، آپؒ اس تعارض کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں"۔۔۔۔۔۔اس میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا اور ان میں کچھ تعارض نہیں، اس لیے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانے میں اگر کان کے لو تک تھے تو دوسرے زمانے میں اس سے زائد، کیونکہ آپ ﷺ کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے، تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کیے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کیے، بعض علماء نے اس طرح پر بھی جمع فرمایا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نصف کانوں تک پہونچ جاتے تھے اور وسط سر کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر کے مونڈھوں کے قریب تک۔۔۔[21]۔

اختلاف مذاہب کا ذکر: اختلاف مذاہب کا بھی مختصر طور پر کہیں کہیں ذکر کیا ہے، مثلاً:

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہے کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے، آپؒ نے فوائد میں اس روایت سے کئی امور کو ثابت کیا ہے اور ائمہ کے مذاہب بھی ذکر کیے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں "اس حدیث سے عورت اور مرس کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے، علماء کا امام نوویؒ کے قول کے موافق اس صورت کے جواز پر اجماع ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرلے، پھر اس کے بچے ہوئے پانی سے عورت کرلے یہ بھی بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے، تیسری صورت اس کا عکس ہے کہ عورت پہلے نہاوے مرد اس کے بچے ہوئے سے نہائے، یہ صورت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ سب حضرات کے نزدیک جائز ہے، حنابلہ اس کو جائز نہیں بتلاتے، البتہ اگر عورت کے غسل کے وقت مرد وہاں موجود ہو تو وہ بھی جائز فرماتے ہیں[22]،

2۔ عبد اللہ بن مغفل کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر گاہے گاہے، کی تشریح میں لکھتے ہیں:" قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ گاہے گاہے سے مراد تیسرا دن ہے، ابوداؤد شریف میں ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ سے بھی روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کوئی ضرورت اس کی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں"[23]

عربی حاشیہ: اکثر علمی مباحث فقہی اختلافات اور متدلات ائمہ کو اردو حاشیہ کے بجائے عربی حاشیہ میں درج کرتے ہیں، جیسے مندرجہ بالا مسئلے میں حنابلہ کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب عربی حاشیہ میں ذکر کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:"ثم فی الحدیث دلیل علی جواز فضل المراۃ کما قال بہ الثلاثۃ خلافا للحنابلۃاذ قالوا لایجوز فضلھا الاان تستعمل بمحضرہ لروایۃ نھی عن فضل المراۃ،واجیب عنھا باالصعف او ان المراد بالفضل المستعمل او غیر ذالک کما بسط فی بذل المجھودفی حل ابی داؤد"[24] اسی

طرح آپ ﷺ کا بیت الخلاء جاتے وقت انگوٹھی اتارنے کی تشریح میں عربی حاشیہ میں لکھتے ہیں:"قال القاری لاشتماله علی لفظ الله فااستصحابه فی الخلاء مکروه وقیل حرام"[25]اسی طرح عربی حاشیے میں بقدر ضرورت اصطلاحات حدیث، حدیث کی تخریج، حدیث کا حکم اور اسمائے رجال کی وضاحت کرتے ہیں ،مثلاً:امام ترمذی ایک حدیث ذکر کرتے ہیں ہے:"حدثنا الحسن بن عرفة قال ثنا عبدالسلام بن حرب عن یزید بن ابی خالد عن ابی لعلاء الاودی عن حمید بن عبدالرحمان عن رجل من اصحاب النبی ﷺ ان النبی ﷺ کان یترجل غبا"اس حدیث میں راوی نے صحابی کا نام ذکر نہیں کیا بلکہ "عن رجل من اصحاب النبی ﷺ" کہا ہے ،اس کی وضاحت میں آپؒ عربی حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں:"عن رجل لم یسم وابهام الصحابی لایضر لعدالتهم واختلف فی اسمه فقیل هو الحکم بن عمرو وقیل عبدالله بن سرجس وقیل عبدالله بن مغفل"[26]ترجمہ:ایک آدمی سے روایت ہے جس کا نام ذکر نہیں کیا اور ابہام صحابی مضر نہیں ہے ان کی عدالت کی وجہ سے ،اور اس صحابی کا نام میں اختلاف ہے ،بعض نے کہا ہے حکم بن عمرو ہے ،بعض کے نزدیک عبداللہ بن سرجس ہے اور کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن مغفل ہے۔

حنفیہ کے مذہب کا ذکر: حنفی مذہب اور ان کے دلائل کو اکثر خاص طور سے ذکر کرتے ہیں کہ قرب وجوار کے باشندے اکثر حنفی ہی،،مثلاً:

1۔نبی کریم ﷺ کے انگوٹھی پہننے کی روایات ذکر کر کے فائدے میں فرماتے ہیں" علماء کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ انگوٹھی کونسے ہاتھ میں پہننا افضل ہے خود علماء حنفیہ میں بھی اختلاف ہے ،بعض نے بائیں ہاتھ میں پہننا افضل بتلایا ہے اور بعض نے دونوں کو مساوی بتایا ہے ،شامی نے یہی دو قول لکھے ہیں ،ملا علی قاری نے حنفیہ کا ایک قول دائیں کے افضل ہونے کا لکھا ہے لیکن مذہب کے لحاظ سے راجح وہی قول ہے جو علامہ شامیؒ کی تحقیق ہے[27]۔

2۔خفین کے بحث میں حضرت مغیرہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ " دحیہ کلبی نے دو موزے نبی کریم ﷺ کے نذر کیے تھے آپ ﷺ نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے ،حضور ﷺ نے یہ بھی تحقیق نہیں کی کہ وہ مذبوح جانور کے کھال کے تھے یا غیر مذبوح"[28]،یہ روایت ذکر کر کے فائدے میں شیخ صاحبؒ لکھتے ہیں"اس خیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنا جائز ہے"[29]۔

خصائل نبوی کا ادبی پہلو: حضرت شیخؒ چونکہ ایک عاشق صادق تھے اس لیے حضور اقدس ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے اکثر محبت بھرے اشعار بھی ذکر کیے ہیں ،مثلا:

1۔حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت کہ نبی کریم ﷺ جب تکلم فرماتے تو آپ کے دانتوں کے درمیان سے ایک نور نکلتا ہوا نظر آتا تھا،ذکر کرنے کے بعد یہ شعر لکھا ہے:" حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

2۔دوسری جگہ فرماتے ہیں"العرض حلیہ مبارک میں ہر ہر چیز کمال حسن کو پہنچی ہوئی تھی

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد"[30]۔

3۔اسی طرح جابر بن سمرۃ کی حدیث کہ حضور ﷺ فراخ دہن تھے آپؐ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ سرخ ڈوری پڑے ہوئے تھے،ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:" خمار آلودہ آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان وہ قاتل بے پیے ہی رات دن مخمور رہتا ہے"[31]۔

4۔ حضرت جابر کی دوسری روایت کہ آپ ﷺ چاند سے بھی زیادہ حسین و جمیل تھے، ذکر کرنے کے بعد یہ شعر لکھتے ہیں:

"دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا — مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں"[32]،

خلاصہ: خلاصہ یہ ہے کہ آپؒ نے اس کتاب کے اندر ہمہ جہت موضوعات کا احاطہ کیا ہے، سیرت طیبہ سے متعلق واقعات، شمائل و عادات رسول اللہ ﷺ بہت اچھے طریقے سے پیش کیے ہیں، ترجمہ مطلب خیز کیا ہے لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی، ترجمہ سے زائد امور ترجمہ کیساتھ قوسین میں لکھے ہیں، احادیث کے درمیان تعارض کو ختم کیا ہے، فقہی اختلافات بھی مختصراً ذکر کیے ہیں، البتہ حنفی مذہب اور اس کے دلائل خاص طور سے ذکر کیے ہیں، اگر حدیث میں کسی غزوے یا قصے کی طرف اشارہ ہے تو فائدے میں اس کو بھی ذکر کیا ہے، احادیث کے ابواب سے مناسبت ثابت کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے، جو مضامین علمی تھے عوام کیلئے کار آمد نہیں تھے یا نحوی تراکیب وغیرہ تھے تو ان کو عربی حاشیے میں ذکر کیا ہے، بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب برصغیر کی سیرتی ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ احزاب، 21

[2]۔ شیخ الحدیث، مولانا زکریا، آپ بیتی، معہد الخلیل الاسلامی، 1/ 71

[3]۔ حوالہ سابقہ، 1/108

[4]۔ دو عظیم انسان، مفتی انیس احمد مظاہری، مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور، ص 12، 11

[5]۔ آپ کے شیخ و مرشد اور استاد تھے، مظاہر العلوم سہارپور کے صدر مدرس تھے، بذل المجہود جیسے عظیم کتاب کے مصنف تھے، آپ کی تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو "تذکرۃ الخلیل" از مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔

[6]۔ آپ بیتی، 1/ 71

[7]۔ حوالہ سابقہ، 1/ 70

[8]۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الشمائل المحمدیۃ، مع تحقیق، الجلیبی، المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ، طبع اول 1993، ص 284، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ، حدیث 8۔

[9]۔ حوالہ سابقہ، ص 3

[10]، حوالہ سابقہ، ص 34

[11]۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، دار الفکر بیروت، 1986، 6/ 11

[12]۔ کاندھلوی، محمد زکریا، شیخ الحدیث، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، ص 3، مکتبۃ الشیخ بھادر آباد کراچی

[13]۔ حوالہ سابقہ ص 31

[14]۔ حوالہ سابقہ، ص 31

[15]۔ حوالہ سابقہ، ص 29

[16]۔ حوالہ سابقہ، ص 27

[17]۔ حوالہ سابقہ، ص 28

[18]۔ حوالہ سابقہ، ص 57

[19]۔ حوالہ سابقہ، ص 26

[20]۔ حولہ سابقہ، ص57

[21]۔ خصائل نبوی، ص24

[22]۔ حوالہ سابقہ، ص25

[23]۔ حوالہ سابقہ، ص28

[24]۔ حوالہ سابقہ، ص25

[25]۔ حوالہ سابقہ، ص57

[26]۔ حوالہ سابقہ، ص28

[27]۔ حوالہ سابقہ، ص58

[28]/ حوالہ سابقہ، ص46

[29]۔ حوالہ سابقہ، ص45

[30]۔ حوالہ سابقہ، ص15

[31]۔ حوالہ سابقہ، ص13

[32]۔ حوالہ سابقہ، ص13